حافظ محمد علی شیخ (ملتان)

# وہ میری ماں تھی!

میرے دادا شیخ عبدالرحمن مرحوم مجلس احرارِ اسلام کے بہادر کارکنوں میں سے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی۔ یہی محبت میرے والد شیخ فضل الرحمن، میرے چچا صاحبان اور خاندان کے دیگر افراد میں منتقل ہوئی۔ میں نے ہوش سنبھالا تو گھر میں امیر شریعت، ان کے بیٹوں، اور مجلس احرار اسلام کا اکثر تذکرہ سنا کہیں جلسہ ہوا تو میرے والد اور چچا صاحبان احرار کی علامت سرخ قمیص پہن کر جاتے۔ مجھے اور دیگر بھائیوں کو بھی ہمراہ لے جاتے۔ ہمارے گھر میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ بھی اکثر تشریف لاتے۔ بلکہ ہمارے گھر کا سنگ بنیاد بھی انہوں نے رکھا۔ "دار معاویہ" کی تختی نصب فرمائی اور ہمارے نام بھی انہی نے رکھے۔ ہمارے محلہ عثمان آباد کالونی میں انہوں نے مسجد معاویہ تعمیر کرائی تھی اور اکثر یہیں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے۔ اسی طرح ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری بھی ہمارے ہاں تشریف لاتے۔

اس ماحول کی وجہ سے مجھے ان بزرگوں سے قدرتی طور پر انس ہو گیا۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے دار بنی ہاشم میں مدرسہ معمورہ قائم کیا تو میرے والد اور خاندان کے دیگر حضرات سے اپنے بچوں کو مدرسہ میں داخل کرنے کو کہا۔ ہماری برادری کے بہت سے گھر اسی محلہ میں آباد ہیں اور وہ سب حضرت شاہ جی کے مداحوں میں سے ہیں۔ چنانچہ کئی گھروں کے بچے مدرسہ میں داخل ہوگئے۔

میں ۱۹۸۴ء میں مدرسہ معمورہ کے شعبہ حفظ قرآن کریم میں داخل ہوا۔ ۸۴ء سے ۹۴ء تک باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن کریم مکمل کرنے کے بعد پرائمری اور میٹرک تک تعلیم اور پھر درس نظامی میں مشکواۃ شریف تک اسی مادر علمی میں تعلیم حاصل کی۔ درمیان میں دو تین برس تعلیم سے بغاوت کا دور بھی آیا مگر پھر اللہ تعالیٰ نے مدرسہ سے رجوع کی توفیق عطاء فرما دی۔ الحمدللہ

اس دس بارہ برس کے عرصہ میں میری پرورش، تربیت اور نشوونما میری روحانی والدہ نے کی جو ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ جن کی اپنی تو کوئی اولاد نہ تھی مگر انہوں نے میری اور مدرسہ معمورہ کے ہر طالب علم کی پرورش اور تربیت ایسے کی کہ گویا ہم انہی کی اولاد ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ہم سب انہیں اپنی روحانی والدہ سمجھتے اور اکثر گھر میں ہم انہیں اماں جان، بی بی جی یا ماں جی کہتے تھے۔

گزشتہ بارہ برسوں میں میری حقیقی والدہ نے میری صرف خدمت اور پرورش کی۔ وہ ہم بھائیوں کو روزانہ صبح تیار کر کے مدرسہ بھیج دیتی تھیں۔ پھر صبح سے شام تک ہم مدرسہ میں رہتے جب ہم کچھ بڑے ہوگئے تو ۳، ۴ برس تک مستقل مدرسہ ہی میں رہائش اختیار کرلی۔ ہم صبح جب اپنے سبق وغیرہ سے فارغ ہوتے تو شاہ جی کے گھر چلے جاتے۔ کیونکہ گھر کے کام میں ماں جی کی مدد کرنی ہوتی تھی۔ ماں جی کے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں

کٹی ہوئی تھیں۔ (شوگر کے پھوڑے " گینگرین" کی وجہ سے) ان کو کام کاج کرنے میں دقت ہوتی تھی۔ اور اس وقت ماشاء اللہ مدرسہ کے مسافر طلباء کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ ان کے کھانے پینے کا انتظام شاہ جی کے گھر اماں جان کی زیر نگرانی ہوتا تھا۔ ہم چند لڑکے بڑے تھے اس لئے ہم بقیہ بچوں کے کھانے کا انتظام کرتے اور اماں جان کرسی پر بیٹھ جاتیں اور ہمیں فرماتیں بیٹا پرات لاؤ اور میرے سامنے بیٹھ کر آٹا گوندھو۔ میں تمہیں آٹا گوندھنا سکھاؤں۔ کبھی ہم پانی زیادہ ڈال دیتے اور کبھی نمک تو اماں جان ہمیں ڈانٹتی نہیں تھیں بلکہ بڑے پیار سے بتاتیں کہ بیٹا ایسے نہیں ایسے کرو اور جب ہم آٹا گوندھ لیتے تو فرماتی آؤ بیٹا اب تمہیں آٹے کا پیڑا بنانا سکھاؤں۔ ایسے ہی ہمیں سالن بنانا سکھایا اور کپڑے دھونے بھی سکھائے اور جب سالن وغیرہ پک جاتا تو لڑکے کھانا کھانے کے لئے آتے۔ تو سب سے پہلے یہ فرماتیں، بیٹا دستر خوان بچھاؤ، پینے کے لئے پانی بھر کر لاؤ اور پھر خود کھانا تقسیم فرماتیں۔ کھانا تقسیم ہو جاتا تو خود ہمارے پاس آکر کھڑی ہو جاتیں اور فرماتیں کہ سالن، روٹی کوئی لڑکا چھوڑ کر نہ جائے اور یہ بھی پوچھتیں کہ کسی نے بسم اللہ پڑھے بغیر تو کھانا شروع نہیں کر دیا اور اگر کوئی لڑکا الٹے ہاتھ سے کھانا کھاتا تو اس کو خوب ڈانٹ پلاتیں۔ بعض اوقات ایک آدھ تھپڑ یا سوٹی رسید فرما دیتی تھیں۔

بی بی جی کو مجھ سے بہت زیادہ پیار تھا۔ صرف میں ہی نہیں مدرسہ کا ہر طالب علم یہی سمجھتا کہ اماں جی کو مجھ سے بہت زیادہ پیار ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اماں جی کی اپنی اولاد نہ تھی اور وہ سب بچوں کو یکساں پیار و محبت دیتی تھیں۔ لیکن اماں جی کو ہم آٹھ دس لڑکوں سے بہت زیادہ محبت تھی اور ہم اماں جی کے بہت چہیتے بیٹے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے کام کاج میں ہم ہی معاون ہوتے تھے۔ ہم گھر میں ہوتے تو اماں جی فرماتیں بیٹا فریج میں پھل اٹھالو اور کھالو اور کبھی فرماتیں کہ بیٹا فریج میں سے دودھ اٹھالو اور اکثر یہی تاکید فرماتیں کہ کسی چیز کی ضرورت ہو یا کوئی چیز کھانی ہو مانگ لیا کرو۔ بغیر اجازت کے کبھی نہ اٹھانا یعنی چوری نہ کرنا۔ مدرسہ کا کوئی طالبعلم بیمار ہو جاتا تو اس کی خاص تواضع فرماتیں کھانے میں دودھ، بند اور ڈبل روٹی وغیرہ کھلاتی تھیں۔

بہادری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ شاہ جی سفر پر گئے ہوئے تھے تو ہم اماں جی کے پاس گھر میں تھے۔ رات کو بجلی گئی ہوئی تھی، گھر کے عقبی حصے سے عجیب قسم کی آواز آنے لگی (کھٹکے کی) ہم سمجھے شاید کوئی چور آگیا ہے۔ اماں جی نے مجھے کہا کہ دیکھو اس طرف کون ہے؟ میں نے کہا جی مجھے تو ڈر لگتا ہے۔ اماں جی نے ایک ڈنڈا اٹھایا اور بے دھڑک ہو کر خود دیکھنے کے لئے اُدھر تشریف لے گئیں۔ مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ واپس آئیں تو مجھے مرد ہونے کے ناتے چند طنزیہ جملے بھی کہے۔ جو دراصل مجھے جرات دلانے کے لئے تھے۔

دین کے کسی کام میں ہم نے کبھی بھی بی بی جی کو تنگدلی یا بخل کرتے نہیں دیکھا۔ مدرسہ میں کوئی میٹنگ یا جلسہ وغیرہ ہوتا تو جماعت کے کارکن مدرسہ آتے۔ جماعت کے بستر چارپائیاں وغیرہ تھوڑی ہوتیں تھیں تو اماں جی گھر سے اپنے بستر، چارپائیاں اور کھانا پکوا کر بھیجتی تھیں اور جب اماں جی تندرست

تھیں تو میٹنگ اور جلسے پر آنے والے کارکنوں کے لئے آپ اکیلی کھانا وغیرہ بنا کر بھیجتی تھیں۔

ایک مرتبہ میں اور میرا دوست حافظ محمد اکمل (جو اب دورہ حدیث مکمل کر کے مدرسہ معمورہ میں ہی خدمات سرانجام دے رہا ہے) بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارا دل چاہا کہ ہم پھل کھائیں تو ہم نے اماں جی کو پیغام بھیجا کہ آپ کے دو بیٹے باہر بیٹھے ہیں اور پھل کھانا چاہتے ہیں تو اماں جی نے کہا کہ فریج میں تو کچھ نہیں پڑا۔ ہم نے کہا آپ ہمیں پیسے بھیج دیں ہم بازار سے منگوا کر کھا لیتے ہیں تو اماں جان نے ہمیں سو روپے دے دیئے اور ہم نے خوب مزے سے پھل کھائے۔ کبھی ہم عرض کرتے کہ اماں جی، کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں؟ جواب میں صرف اتنا فرماتیں کہ بیٹا تم میرے لئے دعا کیا کرو۔ وہ ایک نیک دل، نیک سیرت اور باکردار خاتون تھیں۔ وہ صرف میری ہی ماں نہیں بلکہ ہر اس بچے کی ماں تھی جو مدرسہ معمورہ میں دین سیکھنے آتا۔ آج میں سوچتا ہوں کہ انہوں نے کتنے خلوص سے ہماری تربیت کی اور کتنے سچے جذبے سے دین کی خدمت کی۔ یہ ان پر اللہ کا خاص فضل تھا۔ وہ گھر میں رہ کر مدرسہ کے معاملات اور حالات پر بھی گہری نظر رکھتی تھیں۔ باہر کے تمام معاملات سے باخبر رہتی تھیں۔ آج مدرسہ بھی ہے، طالب علم بھی ہیں مگر ماں جی نہیں......!

فکر سارے مدرسے کا اور فقط اک جان تھی
تیرے دم سے میری اماں! سارے گھر کی شان تھی

ماں جی، تقریباً ۱۴ برس بیمار رہیں۔ گزشتہ پانچ برس سے مفلوج ہو کر بستر پر تھیں اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئی تھیں۔ انہوں نے بڑی ہمت سے طویل بیماری کا مقابلہ کیا۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱، جولائی ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ صبح نو بج کر بیس منٹ پر وہ انتقال کر گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر تقریباً ۶۱ برس تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے اور اپنی خاص رحمت سے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

الٰہی قبول فرما میری حقیر زباں کو
بخش دے تو اپنی رحمت سے میری ماں کو

## قلمی معاونین سے درخواست

نقیب ختم نبوت کے قلمی معاونین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نگارشات پانچ فل سکیپ صفحات میں ارسال فرمائیں۔ رسالہ میں طویل مضامین کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس سے ہمارے لیے مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور دیگر مضامین کی اشاعت متاثر ہوتی ہے...... شکریہ (مدیر)